اللہ یجتبی الیہ من یشاء و یھدی الیہ من ینیب
الحمد للہ والمنۃ کہ مکتوبات عالم ربانی حضرت مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ مسمے بہ
لطائف قاسمیہ
۱۳۲۶ھ
بار دوم باہتمام احقر انام محمد عبد الاحد غفر لہ الصمد ماہ ذیقعدہ ۱۳۲۶ھ ہجری
در مطبع مجتبائی واقع دہلی مطبوع شد
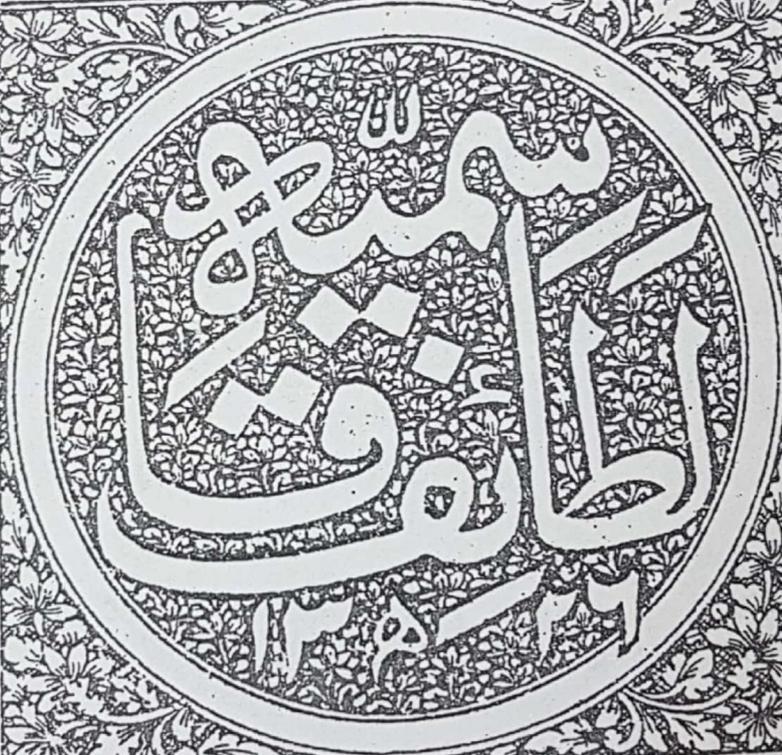
بسم اللہ الرحمن الرحیم

مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات مصنفہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی غرقِ دریاے گناہم
ہزاران بار توبہ ہاشکستم
بآن رحمت کہ وقفِ عام کردی
رہینِ این چنین مقسوم ماندم
دلم از نقشِ باطل پاک فرما
بشواز من ہولے کعبہ و دیر
دلم را محوِ یادِ خویش گردان
کہ خارِ عیب از جانم برآرے
بسی بگذشتہ شاہانہ مرادم

تو میدانی و خود ہستی گواہم
حجابِ مقصدم عصیانِ من شد
جہانرا دعوتِ اسلام کردی
گدا خود را ترا سلطان چو دیدم
براہِ خود مرا چالاک فرما
درونم را بعشقِ خویشتن سوز
مرا حسبِ مرادِ خویش گردان
گناہم را اگر دیدی نگر ہم
بدرگاہت رسیدم سازشادم
بحالِ قاسمِ بیچارہ بنگر

گناہِ بیعدد را بار بستم
گناہم موجبِ حرمانِ من شد
نمیدانم چرا محروم ماندم
بدرگاہِ تو ای رحمان و دیدم
بکش از اندرونم الفتِ غیر
بہ تیرِ وردِ خود جان و دلم دوز
اگر نالایقم قدرت تو داری
بعفو و فضلِ خود ای شاہ عالم
بچشمِ لطف ای حکم تو برسر

مکتوب اول بنام مولوی محمد صدیق صاحب مرادآبادی
در اثبات حیات النبی صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

سراپا عنایت سلامت۔ السلام علیکم۔ کل جو آپ کا عنایت نامہ پہونچا کیفیت مندرجہ کو دیکھکر

طبیعت بہت گھبرائی ہنوز اور تحریرون سے چندان فراغت نہوئی کہ ایک اور سر پر آن
پڑی تسپر مفصل لکھون تو کہانتک لکھون یہ بحث ایک دریائی ناپیدا کنار ہے اور اختصار
کیجئے تو کہانتک دریا کو کوزہ مین لانا دشوار اس لئے فقط عقیدۂ دل سے آگاہ کئے دیتا ہون اس
ضمن مین کسی دلیل یا مثال کی طرف بھی اشارہ ہوجائے تو ہوجاوے انبیاء کرام کو انھین اجسام
دنیاوی کے تعلق کے اعتبار سے زندہ سمجھتا ہون یہ نھین کہ مثل شہداء ان ابدان کو چھوڑ کر اور ابدان سے
تعلق ہوجاتا ہے یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ شہداء کے مال مین میراث ہوئی اور انبیاء کرام علیہم السلام
کے مال مین میراث جاری نہوئی حالانکہ یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین سب کو عام ہے
عوام ہون یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہداء کی ازواج کو بعد عدت معروفہ نکاح کی اجازت
ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کی شان مین یہ حکم آیا ولا تنکحوا ازواجہ من
بعدہ ابداً حالانکہ عموم واحل لکم ما وراء ذلکم جس سے حلت غیر منکوحہ فارغ العدۃ سمجھہ مین آتی
ہے اور عموم والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا وغیرہ جس سے بعد مرور عدت
ازواج کو اجازت نکاح نظر آتی ہے اس کے مخالف ہے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کو زندہ نمانئے اگر شہداء انھین ابدان کے حساب سے ہوتے تو پھر اُن قبور
مین مستور ہوجانا بہت ہوتا تو مجرمون اور مظلومون کے محبوس ہونے کی برابر ہوتا نہ مال
مین میراث چل سکتی نہ ازواج کو نکاح کی اجازت ہوتی ورنہ اس حساب سے تو ہم مردہ دل ہی اچھے
رہتے جنکی زندگانی موت سے بدتر ہے کیونکہ اس نام کی زندگانی پر ہمارے لئے تو یہ انعام کہ
نہ مال مین کوئی تصرف کر سکے نہ ازواج کی طرف کوئی نظر بھر کے دیکھہ سکے اور وہ اس حیات کامل
پر بھی اس دولت وعزت سے محروم رہے ہے مگر چونکہ یہان کے اموال ہمین کے ابدان کے شکست
وریخت کے لئے ہین اور یہان کے ازواج انھین ابدان کی ثمر کے تخم ریزی کے لئے مصداق
نساؤکم حرث لکم ہمین ہین تو بعد انفکاک تعلق روح کو ان کے متعلقات سے کیا تعلق رہ جائیگا
بلکہ جیسے گھوڑا سواری کے لئے اور گھاس دانہ گھوڑے کے لئے اور گھوڑا نرہے تو پھر گھاس
دانہ سے بھی کچھ مطلب نہین رہتا ایسا ہی ابدان ارواح کے کاروبار کے لئے بلکہ اُس کا مرکب
اور اُس کی سواری اور اموال وازواج ابدان کے لئے اور ابدان نرہین تو پھر ان سے بھی مطلب

نرہے گا اس لئے شہداء کے اموال وازواج مین بھی بوجہ انفکاک تعلق مذکور اوروں کو بطور
مناسب اجازت ہوگی اور یون ہی بیکار نرہتے دین گے مگر ہان جیسے یہان گہاس دانہ کی طلب
اور اُس سے تعلق دلی اس بات پر شاہد ہوتا ہے کہ طالب اور صاحب تعلق کے گھر پر گھوڑا وغیرہ
گہاس دانہ کھانے والا کوئی جانور ہوگا ایسا ہی اموال وازواج سے تعلق اس بات پر شاہد ہو سکتا
ہے کہ صاحب تعلق کو اپنے ابدان سے تعلق ہے اس تقریر مختصر سے اسقدر تو بشرط فہم وانصاف
خواہ مخواہ ذہن مین آہی جاتا ہے کہ انبیاء کرام کو اپنے ابدان سے تعلق اُس قسم کا تعلق اب بھی ہوگا
جس قسم کا پہلے تھا یہی نہین کہ جیسے وطن سے باہر اپنے وطن کو یاد کرتے اور اُس فاصلہ پر اور
بستیان ہون تو اُن کی کچھ خبر نہین ہوتی ایسے ہی انبیا کی ارواح کو بھی مثل دیگر اموات اپنے
ابدان سے ایک تعلق یادگاری محبت ہے مگر چونکہ اور ابدان سے محبت نہ تھی تو تعلق یادگاری
ہی نہین ایسا ہی تعلق ہوتا تو احکام بھی یکسان ہوتے ہان یون کہئے تو خیر کہ خدا کے حکم محض پوچ اور
بے حکمت ہوتے ہین مگر چونکہ آپ سے یہی امید ہے کہ خداوند علیم وحکیم کو حکیم ہی سمجھتے ہون گے اس لئے
یہ بھی امید ہے کہ بدلالۃ حکم مذکور انبیا کو ابدان دنیا کے حساب سے زندہ سمجھینگے پر حسب ہدایۃ کل
نفس ذائقۃ الموت اور انک میت وانہم میتون تمام انبیاء کرام علیہم السلام خاصکر حضرت سرور انام
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت موت کا بھی اعتقاد ضرور ہے مگر اس صورت مین یہ اجتماع موت
وحیات ایسا ہوگا جیسا وقت حرکۃ کشتی جانشین کشتی کا حرکت وسکون جیسے یہان سکون اصلی ہے
اور حرکت عرضی ایسی ہی وہان بھی حیات اصلی اور موت عرضی ہوگی اس لئے استمرار بھی اگر تسلیم
کر لیا جائے تو کچھ مخالف مطلب نہو گا کیون کہ حیات پھر بھی موجود ہے یا جیسے آب گرم مین اجتماع
حرارت کے لئے برودت حرارت کے لئے دلیل کی کیا حاجت وہ خود مشہود ومحسوس ہے ہان برودت
کی دلیل لیجئے اگر برودت نہوتی تو آگ کو کیونکر بجھا سکتا آگ کے بجھانے کے یہی معنی ہین کہ مادہ
حرارت کو کہو دیا اور نیست ونابود کر دیا مگر ظاہر ہے کہ اضداد کو بجز اضداد عالم اسباب اور کسی سبب سے
باطل اور نیست ونابود نہین کر سکتی مگر یہ بھی تسلیم کرنا ضرور ہے کہ وقت موت حیات انبیاء کرام
علیہم السلام اور بھی شدید ہو جائے کیونکہ جب حیات اصلی اس صورت مین کبھی قبر مین رہنا کبھی آسمان
پر نظر آنا ایسا ہوگا جیسا حالت حیات سابقہ مین کبھی زمین پر رہنا کبھی بوجہ معراج آسمان پر چلا جانا زیرہ فرق

موت عرضی مستور ہوئی تو پھر ایسی صورت ہو جائے گی جیسے فرض کیجیے چراغ کو کسی ظرف گلی مین رکھکر سرپوش رکھدیجیے جیسے یہان تمام شعاعین باہر سے سمٹ کر اُس ظرف مین آجاتی ہین بلکہ خود شعلہ چراغ مین سماجاتی ہین جس سے وہ اشتداد مشار الیہ نمایان ہو جاتا ہے ایسے ہی یہان بھی خیال فرما لیجیے اس صورت مین موت انبیاے کرام اور موت عوام مین ایسا فرق ہو گا جیسا چراغ کے ظرف گلی مین مستور ہو جانے اور گل ہو جانے مین فرق ہے یہان جیسے باعتبار مکان اندھیرا دونون صورتون مین برابر اور پھر اتنا فرق ہے کہ باعتبار اصل اتنا پہلے نہ تھا ایسا ہی یہان بھی سمجھ لیجیے اور شاید یہی وجہ ہے کہ انک میت جدا کہا اور انہم میتون جدا فرمایا مثل ثم انکم یوم القیامۃ جو اگلا جملہ ہے سب کو شامل کر کے انکم میتون نفرمایا کہ اسی فرق مراتب موت کی طرف اشارہ باقی رہے بالجملہ حیات حال انبیاء کا مثل حیات سابق ہونا اور پھر اس سے اشد اور اعلی ہونا یون ظاہر ہے کہ مماثلۃ تو فی تعلق الابدان الدنیاویہ سے یہ نہین کہ مثل شہداء بتدیل ابدان کئے گئے ہو اور اشدیۃ یون ظاہر ہے کہ بوجہ احاطۂ ضد معلوم جسکو موت کہیے تمام فیض حیات جو مثل شعاع شمس وقمر اطراف بدن اور اُس سے باہر تک بذریعہ افعال جاتا تھا سمٹ کر داخل بدن کی طرف چلا آیا سمجھ لینے کے لئے تو یہ کافی ہے پھر اس سلامت اجساد کو لحاظ کیا جائے تو اور بھی تائید ہو جاتی ہے رہین احادیث اُن کے رجوع کرنے کی اس وقت ضرورت نہین جو یہ تحقیق کیجیے کہ کون سی حدیث صحیح ہے اور کون سی ضعیف پر پھر تس پر مجھکو ان باتون کی خبر کم ہوتی ہے کیونکہ یہ باتین کتابون سے متعلق ہین اور آپ خود جانتے ہین کہ جیسے سپاہی بے ہتیار ہوتے ہین ایسا ہی یہ جاہل عالم بے کتاب ہے یہ باتین آپ خود حضرت شیخ کی تصانیف سے نکال لین مگر ایسا یاد پڑتا ہے کہ اکثر احادیث باب حیات ضعیف ہین زیادہ کیا عرض کرون ہان اتنا عرض کئے دیتا ہون کہ گو عقیدہ تو یہی ہے اور مین جانتا ہون انشاء اللہ تعالی ایسا ہی رہیگا مگر اس عقیدہ کو عقائد ضروریہ مین سے نہین سمجھتا نہ تعلیم ایسی باتون کی کرتا ہون نہ منکرون سے دست و گریبان ہوتا ہون خود کسی سے کہتا نہین پھرتا کوئی پوچھتا ہے اور اندیشہ فساد نہین ہوتا تو اظہار مین دریغ بھی نہین کرتا آپ اس امر کو ملحوظ رکھین تو بہتر ہے فقط

مکتوب دوم در اثبات تراویح بدلائل عقلی و براهین نقلی

کمترین انام محمد قاسم نام کہ ہیچمدانی شعار اوست وطاعۃ نفسانی کار او بخدمت مجموعۂ مکارم اخلاق عبد الرحیم
خان صاحب دام اخلاقہٗ سلام مسنون عرض کردہ عرض پرداز ست کہ نامہ نامی کہ بنام احقر بہ نشان
میرٹھ ارسال فرمودہ بودند از میرٹھ بہ نانوتہ واز نانوتہ بگنگوہ واز گنگوہ برامپور شدہ نزدم درا واخر شوال
رسیدہ ممنونم گردانید نظر براہتمام سامی در امور دینیہ وآنہم چندانکہ در فضائل اعمال دلائل این چنین باید
ودلالت این چنین چندانکہ بر خود نفرینہا کردکہ ہنوز گرفتار ہوا وہوس وہر دم بحکم مسابلہ کارایندم بدم می فگنم
ہمان قدر برآنجناب آفرینہا خواندم وگفتم کہ چون در فضائل اعمال اینقدر اہتمام است واین مسارعۃ در دیگر
اعمال عالیہ از فرائض وسنن موکدہ چہ قدر ذخیرہای عمدہ بہم آوردہ باشند جزاکم اللہ خیر الجزا از ہماندم خیال
جوابش عزم را انگیخت وپاس مبارک بدلم می آویخت اما بالائے تکاسل طبع زاد کہ باستماع عادات
احقر از بعض ملازمان دریافتہ باشند پریشانی روزگار کہ ہر روز از جای بجای غیرتم وہجوم کارکہ از کاری بکار
می نشستم نیز فرصتم نداد کہ بہ ہیچ اشتغال غیر ضروریہ پردازم باینہمہ بدیدن سیاق وسباق نامہ سامی ومطالعہ
دلائل ومقاصد گرامی ندانم غلط است یا راست از ہر طرف بوی تعصب وتعمق شمیدم وبظاہر این کار
جناب نیست کسی دیگر است کہ در پردہ نام جناب درین میدان گو را نہ رفتہ فرمودہ امام ابن صلاح را
باہمہ عالیش چہ مساس آرے اگر اثبات احکام منحصر در صحاح بودے می توان گفت کہ فلان حدیث
اثبات تراویح نمی توان کرد آری اثبات مطالب بقدر ثبوت دلائل می باشد صحاح بقدر ثبوت خود
وضعاف بقدر ثبوت خود اثبات مطالب میکنند غرض حسب تنوع دلائل مطالب متنوعہ بثبوت میرسند
از متواترات عقائد ضروریہ مثل توحید ورسالۃ وحقیقۃ کلام اللہ ثابت می توان کرد واز احاد صحاح این کار
نمی برآید واز احاد وجوب اعمال وتاکد سنن باید گرفت از ضعاف این کار نباید گرفت این فرق از کجا خاستہ
از تفاوت سند خاستہ ورنہ نفس حدیث واضافۃ بنوی ہمین خواہد کہ ہر دو را بیک پلہ باید سنجید مگر ظاہر است
کہ احادیث ضعیف نہ چنان ثابت اند کہ ہمسنگ صحاح وحسان گردند نہ چنان باطل کہ ہمرنگ موضوعات
شوند پس لاجرم مرتبہ آنہا باعتبار ثبوت وعدم ثبوت فیما بین صحاح نے بلکہ حسان وموضوعات خواہند بود
نہ مثل موضوعات کہ سراسر باطل اند وبوی از ثبوت نشمیدہ بیکار بمانند حسان وصحاح ومتواترات

در کار اثبات پر کار اند اندرین صورت ثبوت فضائل اعمال که از مطالب حسان و صحاح و متواترات
فروتر است از ضعاف چه مستبعد و ظاهر است که در صورت ترک اقتفا فقها به ثبوت و تاکید تراویح
معلوم رتبه اش از فضائل نمی فزاید پس اگر حدیث نسبت تراویح ضعیف باشد ظاهر پرستان را چه
باک در فکر او اگر جگر خون کنند کنند مدعیان تاکد کنند هان اگر تعارض مزعوم کسانیکه درین زمانه درین باره
غوغا کرده اند و میگویند که حدیث بست یا حدیث یازده متعارض است مبرهن شود البته ترک بست
و اختیار یازده خیلی بجا بود گو در انهم گنجایش گفتگوهای دیگر باشد و بیشتر از اثبات تعارض از برهمی ملت و برهمی
کلمة الاسلام چیزی باقی ماند اینکه جناب ختمی مآب صلی الله تعالیٰ علیه و آله وسلم در رمضان و غیر رمضان همی یازده را
بجا آورده اند چنانچه از حضرت عائشه رضی مرویست با آنکه حضرت رسول اکرم صلی الله تعالیٰ علیه و آله وسلم
در لیالی سه گانه همی یازده خوانده‌اند چنانچه از جابر رضی مرویست این حدیث گو بظاهر با حدیث بست که
مرفوع است بنظر ظاهر بینان متعارض نماید اما در حقیقت حکم بتعارض خالے از جهل یا عناد نیست
اول تراویح را از تهجد باید گفت بعد از ان تطبیق تعارض عزم باید کرد اگر گویند که تراویح مثل صلوة اوابین
که بعد مغرب میخوانند و نوافل عشا که بعد پس و پیش آن خوانده می شوند نوع دیگر و تهجد نوع دیگر و هر دو حدیث مذکور
درباره تهجد است خود ظاهر است که اعتراض تعارض بیکسو خواهد رفت باز چون باتصال تراویح با عشا
ادا کردن آن در اول شب و افتراق تهجد از عشا، که نوم و دیگر اعمال کثیره بمیان می آیند و ادا کردن آن
در آخر شب نظر افگنیم این را موجه می یابیم معهذا در تهجد روایات کثیره از حضرت عائشه مرویست و هم
از بعض صحابه ماثور بعض از ان در صحیحین و بعض در کتب دیگر از صحاح سنت منقول است چنانچه خوانندگان
حدیث همه میدانند پس هرچه بلا زمان جناب منشی سامی جواب آن خواهند داد ازین تعارض هم
همان را قبول کنند بالجمله چنانچه حمل بر تعدد واقع احادیث بخاری و مسلم را موافق باهم توان کرد
حدیث بست رکعت و یازده رکعت را نیز باهم متعانق باید ساخت ازین صورت ضعف حدیث
بست در امتثال منطوق آن مانع نخواهند شد هان اگر امام ابن صلاح لیاقت قبول اقوال از نصوص
قطعیه بهم رسانیده اند کلام الله یا حدیث باتباع اوشان خوانده و دیگر علما اصول و فقه را این منصب
بهم رسیده ما را گنجایش عرض معروض خویش نیست و اگر اوشان را امام اصول حدیث باین معنی تصور بده اند
که درین فن یکتا روزگار و مرد این میدان و این کاربودند درباره محافظة الفاظ حدیث هر قاعده

کہ بنیاد نہند بر چشم نہادنی است و ہر راہی کہ روند قابل گام کشادنی است مارا مسلم مگر اوشان را اگر در محافظۃ الفاظ حدیث کہ بغرض محافظۃ معانی مقصود است چنانچہ جملۂ فلیبلغ الشاہد الغائب یا جملۂ فرب مبلغ اوعی من سامع پیوستہ بران شاہد است ائمہ اصول فقہ را در فن محافظۃ معانی ید طولی است اوشان دران بارہ اگر قابل اقتدا ہستند ایشان درین بارہ لائق اتباع قاعدۂ بنیاد نہادۂ ائمۂ اصول فقہ ہمین است کہ فضائل اعمال از ضعاف ہم ثابت می توان شد و اگر نیک تامل کردہ شود آن موضوعات کہ نظر بر کذب رواتش در مواقع دیگر از ادراج موضوعات شمردہ اند این کلیہ بالیقین غلط و مخالف واقع نمی باشند فان الکذوب قد یصدق ہم چنانچہ جملہ صحاح صحیح بمعنی مطابق واقع نمی باشند فان الصدوق قد یخطی و نیز احتمال دروغ از غیر معصوم چہ مستبعد چنانچہ در بعض صحاح مشہود ہم ہمین است ندانی کہ در بخاری شریف در باب عمر شریف حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سہ روایات باہم متعارض آمدہ شصت و شصت سہ و شصت پنج و ہمہ میدانند کہ توافق این سہ روایات باعتبار منطوق خویشتن محال است لاجرم یکی مطابق واقع و دو مخالف واقع خواہند بود حالانکہ باعتبار اصطلاح اصول حدیث ہر سہ روایات صحیح اند ورنہ امام بخاری کہ التزام ایراد صحاح کردہ اند در کتاب خویش آوردہ اند این صورت را مرجحی باید کہ یکی را مظنون الصدق یا مقطوع الوقوع گردانند و دیگران را مظنون الکذب و یا قطعی البطلان گردانند پس مرجح اگر از قسم روایات است عام است کہ صحیح باشد یا ضعیف چنانچہ ظاہر است و اگر از قسم درایات باشد از انداز حرکۃ کہ یکی از کارہای نبوی است چنانچہ آیۃ یعلمہم الکتاب والحکمۃ بران دلالت میکند و بیرون نرفتہ باشد اندرین صورت حدیث ضعیف ہم اگر مؤید بدرایۃ شود از مرتبۂ خود بالا رفتہ کار دیگر خواہد کرد چنانچہ آیۃ و اذا جاءہم امر من الامن او الخوف اذاعوا بہ و لو ردوہ الی الرسول و الی اولی الامر منہم لعلمہ الذین یستنبطونہ منہم بدین قضیہ گواہ ہم موجود است چہ اخبار مشار الیہا اگر از قسم صحاح بودے اذاعۃ را محل طعن نمی شد و اگر درآیۃ درایۃ مؤید ضعاف نمی شد جملہ لعلمہ الذین یستنبطونہ چہ معنی داشتے اکنون معروض آن است کہ روایۃ بست رکعۃ نیز بزعم احقر مؤید بدرایۃ است و معارض کدام روایۃ نیست اگر اندیشہ کہ بدان اشارہ کردہ آمدہ ام سد راہ قلم نبودی اگر ہمہ مافی الضمیر خود زیر قلم نیاوردمی باری قلیل کثیر از ان آویزۂ گوش سامی میکردم مگر چہ کنم کہ منشی سامی در استدلالات از حق کنارہ میرود چنانچہ قدری معروض شد و قدری اکنون معروض میشود مدار طعن بر روایۃ مؤطا را

برین داشتہ کہ یزید بن رومان زمانہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ندریافتہ سبحان اللہ چہ دلیل است وچہ
مدعا خلاصہ طعن این برآید کہ مرسلات تابعین اعتبار را نشاید اول این را اثبات باید کرد بعد ازان
روایۃ مذکورہ را رد باید فرمود عدم اعتبار مراسیل تابعین اگر تراشیدہ خویشتن ہست این را کہ می پرسد واگر
تقلید دیگران است بجز امام شافعیؒ کیست کہ باین طرف رفتہ امام ابو حنیفہ رحؒ امام مالک رحؒ ہمہ
برانند کہ مراسل تابعین ہمہ مثل مراسیل صحابہ معتبر اند بلکہ از سند زیادہ چہ ترک اسناد دلیل وثوق خود ہست
وذکر اسناد بر فہم سامع گذاشتن وگویا العہدۃ علی الراوی گفتن است اگر از تقلید عار ہست قول امام ابن
صلاحؒ را بدیوار باید زد واگر تقلید اوشان جائز است امام ابو حنیفہؒ وامام مالکؒ چہ تقصیر فرمودہ اند امام
ابن صلاحؒ اگر تاسیس قواعد حفظ ونگاہداشت الفاظ بصیرت حاصل کردہ اند امام ابو حنیفہؒ وامام مالکؒ
نیز در تاسیس قواعد محافظۃ معانی ید طولی دارند واگر ازین قواعد محافظۃ معانی بہم رسیدہ ودر بعض مواقع
بنظر ملازمان جناب علی تقدیر التسلیم معنی مقصود از دست میرود از قواعد محافظۃ الفاظ نیز این محافظۃ
علی العموم دیدہ نمیشود چنانچہ از ملاحظۂ احادیث عمر شریف حضرت رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
ہویدا است واگر درین بارہ بتقلید امام شافعیؒ بر وشان احسان نہادہ اند ازما مبارکباد مگر اند بصورت
اگر ملازمان جناب اقتفا امام شافعیؒ ورزیدہ ما گنہگاران اتباع امام ابو حنیفہؒ لازم گرفتہ ایم اگر فرق است
ہمین قدر است کہ امام ابو حنیفہ امام اعظم اند بالجملہ بتقلید یکے از ائمہ مقلدان ائمہ دیگر را الزام نباید داد
وبا وشان دست گریبان نباید شد این است جواب آنچہ کہ ملازمان جناب بطور قواعد روایۃ
بر بست رکعۃ طعن فرمودہ بودند باقی مطاعنیکہ بطور درایۃ دارد فرمودہ اند جواب آن چہ گوییم کہ خود
از دائرہ فہم بیرون می نماید بجز آنکہ تعصب وتعمق باعث این یاوہ گوئیہا شدہ باشد دیگر چہ گفتہ شود
واگر باور نیست باید شنید یکی ازان مطاعنہا اینہم است کہ اگر بروایۃ علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء دست آویختہ
شود بلحاظ آنکہ سنتی وسنۃ الخلفاء ہر دو معرفہ اند دگر ار معارف مشعر باتحاد اول یا ثانی ہی باشد لازم است
کہ سنۃ الخلفاء کہ اتباع آن در حدیث اشارہ فرمودہ اند ہمان سنۃ نبوی علیہ وعلی آلہ التحیۃ والسلام ودر بست
رکعت این امر مفقود است میگوییم کہ اول این قاعدہ نزد علما از اصول کلیہ نیست با تباع اوشان الزام
مخدوم را گنجایش طعن بہم رسد وما را فکر جواب باعث نزود شود دوم اینجا فقط لفظ سنت مکرر آمدہ آن
بذات خود نکرہ است وتکرر نکرہ باعتراف ہمان کسان کہ تکرر معرفہ را مشعر بر اتحاد شمردہ اند مشعر تغایر است

نظر برین لازم کہ سنۃ الخلفاء غیر سنۃ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام باشد و یای متکلم و لفظ الخلفاء اگر معرفہ ست
یکی ہم ازان مکرر نیست و اگر نظر بر معرفیۃ عرضیۃ است آن معرفہ خود از معرفہ دیگر مغایر شدہ چنانچہ آن
دو بذات خود متغایر اند این و آن معرفہ نیز متغایر خواہند بود وجہش چنانچہ دانی اینست کہ محکوم علیہ حقیقی
در صفات عرضیہ ہمان موصوف بالذات میباشد پس اگر موصوف بالذات چیز واحد ست صفت عارضیہ
نیز چیز واحد خواہد بود و اگر دو شئی متغایر است صفات عارضیہ را ہم دو شئی متغایر باید پنداشت پس اگر سنتی
و سنتی مکرر می آمد یا سنۃ الخلفاء و سنۃ الخلفاء مکرر می شد این گفتگو را بظاہر خیلی بجا گفتہ می شود و با اینہمہ
در ابنائنا و ابنائکم بلکہ در انفسنا و انفسکم کہ در کلام اللہ یک جملہ مکرر آمدہ چہ خواہند فرمود سبحان اللہ باینچنین
ابلہ فریبیہا و این لن ترانیہای دور و دراز علاوہ برین ہمہ اہل فہم را درین قدر اتفاق است کہ عطف
مقتضی تغایر می باشد تا وقتیکہ تغایر حقیقی یا تغایر اعتباری بدست نیاید عطف نتوان کرد دوم آنکہ طعن لام
تعریف در جمع مفید استغراق می باشد اند رینصورت لازم است کہ جمیع خلفاء مراد باشند پس سنۃ
الخلفاء کہ اشارہ بالتزامش فرمودہ اند می باید کہ سنۃ ہمہ خلفاء راشدین باشد و لست رکعت اگر ہست سنۃ
حضرت عمرؓ ہست سنۃ حضرت ابی بکرؓ نیست این اعتراض از ہمہ افزون تر است ماشاء اللہ فہم مطالب ہمچنان باید
و نکتہ فہمی کم از فہم اینقدر شاید مخدوم من اینقدر مسلم کہ جمع محلی باللام از الفاظ عموم است و لام تعریف در جمع
اکثر مفید استغراق می باشد اما منشاء آن مخدوم ندانم معنیٔ اجتماع از کدام پہلو می بر آرند و این تحقیق از عقل
یا از نقل از کجا می نگارند مفاد استغراق ہمان مفاد کل افرادی می باشد نہ مفاد کل مجموعی تا این مطلب
باین دلیل مربوط می شد و ظاہر است کہ در کل افرادی حکم راجع بہر فرد جداگانہ می باشد آری در کل مجموعی
حکم قضیہ راجع بجانب مجموع میگردد و افراد را ازان سروکاری نمی بود و آنچہ منشی جناب فہمیدہ اند
محلصش ہمین ارجاع حکم بجانب مجموع است ازین تا ازان فرقے ہست کہ بفرق زمین و آسمان تعبیرش
توان کرد با اینہمہ حدیث اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم را حکم باید کرد و باید دید کہ چسان فیصلہ این نزاع
میکنند علاوہ برین نصوص قطعیہ قرآن شریف و حدیث را کہ در بعض مواقع بر جمع محلی باللام مستعمل مینمایند مثلاً
ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین چہ جواب خواہند داد کدام است کہ نمیداند کہ اینجا اجر مجموعہ مراد نیست چہ
یک محسن ہم اگر بعالم باشد تاہم اضاعت اجر او نخواہند شد و نیز باید کہ بر طبق فہم منشی جناب اجر ہمہ محسنین یکی
باشد و آن ہم چند انکہ تعدد شخصی را دران گنجایش بود نہ تعدد نوعی را مجال چہ عطا را یکبارہ خواہد شد

مثل صلوات کہ بتعدد ازمنہ واختلاف مکرر سہ کرر مطلوب می شود بتعدد ازمنہ مختلف نخواہد شد ہمچنین در جاہد
الکفار والمنافقین لازم است کہ جہاد مجموعۂ کفار ومنافقین مراد باشد اندرینصورت با حضرت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را باید گفت کہ ازین جہان بے ادار فرض تشریف بردند یا بر خداوند احکم الحاکمین
نعوذ باللہ غصہ باید کرد کہ اینچنین حکم دشوار بر نبی خود فرستاد کہ ادایش نتوانستند وعیب عدم امتثال
ازین جہان بردند نعوذ باللہ من سوء الفہم وازین ہم در گذشتیم اذان ثالث جمعہ بشہادۂ صحیحین سنۃ
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ذی النورین است رضی اللہ عنہ پیشتر از زمانۂ اوشان فقط باٰن دو اذان اعنی یکی
اذان خطبہ دوم تکبیر بود پس از سنۃ الخلفاء در حدیث مذکور اگر سنۃ ہمہ خلفاء بطور مذکور مراد باشد لازم آید
کہ اذان مذکور داخل بدعت شود نہ سنۃ نبوی ست نہ سنۃ خلفاء بطور مذکور واین التزام بدعۃ اندر
اندرین صورت نہ تنہا بر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خواہد بود بلکہ جملہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کہ دران زمان
حاضر بودند مبتدع خواہند شد ومیدانی کہ این ہمان گناہ وہمان عیب است کہ رفاض وشیعہ از
دائرہ سنت وجماعۃ بدان بدر رفتند وازینہم باید گذشت در آیۃ اولئک الذی ہدی اللہ فبہدیہم
اقتدہ ضمیر ہدیہم راجع بسوی الذین است معنی این شد کہ روش آن کسانیکہ ذکر اوشان کردہ ایم باید گرفت
غرض لفظ ہدیہم در قوۃ ہدی الذین شد ومعلوم است کہ مخاطب باین حکم جناب رسالت مآب
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اند ومشار الیہ بموصول انبیاء مذکور الصدر کہ منجملہ آن حضرت موسی علیہ السلام
وحضرت داؤد علیہ السلام ہستند وموافق این خطاب واین ارشاد حضرت صلی اللہ وآلہ وسلم
در روزۂ عاشورہ اقتدا بہ حضرت موسیٰ کردند ودر سجدہ تلاوۃ سورہ ص اقتدا بہ حضرت داؤد علیہ
السلام کردند واگر سجدہ سورۂ ص اقتدار بہ حضرت داؤد علیہ السلام نگویند وگویند کہ سجدۂ حضرت داؤد
علیہ السلام بجہتہ استغفار وسجدۂ حضرت سید ابرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہتہ شکر پروردگار کہ مارا
ازین قسم ابتلاء محفوظ داشت در اقتدار حضرت موسےٰ علیہ السلام در روزہ عاشورہ کلام نیست چنانچہ
حدیث نحن احق بموسی او کما قال بران گواہست گو بوجہ دیگر از پیشتر ہم ازین روزہ معمول حضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باشد آرے اگر اجتماع وجوہ کثیرہ در یک عمل محال بودے مضائقہ نبود مگر
مساعد این نہ عقل است چنانچہ دانی ونہ نقل چنانچہ انما لکل امرء مانوے میخوانی ومیدانی کہ از
ہمین جا تضاعف ثواب صلہ از صدقہ می برآید چنانچہ ماہران حدیث می دانند الغرض این قسم

سنن فقط یک دو نبی است سبب جملہ انبیا رہدی ہمہ مرسلین مذکورین نیست اند درین صورت
در حدیث اقتدوا بالذین من بعدی کہ لفظ الذین واقع است ہمان عموم خواہد بخشید کہ الذین
واقع آیۃ مذکورہ بخشیدہ فرق اگر ہست فرق تثنیہ وجمع است مگر این قسم فرق در تبدل ماہیت
مضامین ولوازم آن کارگر نمی توان شد پس چنانچہ در آیۃ مسطورہ سنت یک نبی قابل اتباع
برآمد اینجا سبب یکے خلیفہ ازان دو کہ درین حدیث مراد اند لائق اتباع واقتدا خواہد بود ہان
اگر اینجا لفظ اقتدا نبودی شاید مجادلان را گنجایش زبان کشائی می بود می توانستند گفتن کہ در اقتدا
واتباع مثلاً فرق است این است آنچہ کہ بطور عجالۃ ونظر سرسری در استدلالات مجتہد جناب مفاسد
بنظر این ہیچمدان در آمدہ اکنون التماس اینست کہ بنظر باین تعصب وتعمق کہ در اجتہاد مجتہد صاحب
یافتہ نگاشتہ ام از تحریر جواب اصل مسئلہ دست کشی اولیٰ دانستم چہ اگر چیزی مینویسیم لاجرم تنقیح وتصحیح آن
وسنجیدن بہ حوالۂ ہمان صاحب میشد کہ باین رہ رفتہ اند او شان اول بار کدام ناانصافی گذاشتہ اند
کہ باین بار کوتاہی خواہند فرمود بیت تو کار زمین را نکو ساختی + کہ با آسمان نیز پرداختی +
ورنہ در اواخر رمضان شریف بتکلیف مولوی احمد حسن امروہوی کہ یکی از احباب احقر اند چیزی درین
بارہ نوشتہ بامروہہ فرستادہ بودم از وشان نقلش بہم رسانیدہ میفرستادم لیکن چہ کنم کہ بنظر انصاف
معذورم دیگر آنکہ انچہ کہ بلفظ مضامین شعریہ بآن اشارہ فرمودہ اند میخواہم کہ نقلش اگر ممکن باشد
بہ من ارزانی فرمایند تا شاید چیزے زیر این ہم باشد باقی عرض دیگر این است کہ بندۂ کمترین عاملان
بالحدیث را بالشرط فہم بدنمی انکارد بلکہ این را شعار ایمان می داند لیکن این چنین بدفہمان را کہ مضامین
نامہ سامی ریختۂ قلم اوشان است ہرگز عمل بالحدیث روا نمیداند اینچنین کسان منجملہ یضل بہ کثیرا
ہستند والعاقل تکفیہ الاشارۃ الغرض راہی اختیار باید کرد کہ برا کابر صحابہ طعن نیفتد ودین برہم نشود
واحادیث باہم وبا قرآن شریف متعانق مانند اما طوریکہ باختیار آن مطاعن بجانب صحابہ عائد شوند
واحادیث باہم متعارض شوند وروش قرآن مکذب آن شود ہرگز پسندیدہ خدا ورسول نیست
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وطرزی کہ ایجاد مجتہد مذکور است ہمچنین است چنانچہ عرض کردہ شد دیگر
آنکہ ہر کہ قصد عمل بالحدیث کند آنرا باین چنین اجتہادات چہ کار اگر ارادہ عمل بالحدیث باین
معنی است کہ ہر چہ در ظاہر احادیث یابند بران عمل کنند آن مقصد مقتضی این است کہ رائے خود

یکسو نهند و درپی عمل شوند ورنه رای و عقل پیشینیان بهرحال اولی وافضل تر هست واگر قصد عمل بطور رای و عقل است پس اندرین صورت بر مجتهدان سابق و مقلدان اوشان چه طعن والله الموفق لنا ولکم اگر حرفے نازیبا از قلم احقر صدور یافته آنرا از قبیل جزاء سیئة سیئة مثلها بلکه کمتر ازان پندارند چه مضامین نامۂ سامی در پردۂ استدلالات معلومه نه رسول الله صلی الله علیه واله وسلم را گذاشته نه صحابه کرام را رضوان الله علیهم اجمعین

مکتوب سوم حضرت مولانا رشید احمد صاحب

بسم الله الرحمٰن الرحیم خان صاحب عبد الرحیم خان سلمهٗ بعد سلام مسنون آنکه نوازشنامۂ سید در باب تراویح انچه تحریر بود ظاهر و متبادر ازان چنین می شد که مقصود استفسار مسئله نیست بلکه اعلام و الزام تحقیق خود است لهذا در تحریر جواب تامل ماند آخر الامر چنان مناسب معلوم شد که اشارۃً چند فقره عرض کنم از تسلیم و غیر تسلیم کاری نیست لهذا در تحریر جواب دیر شد بر اہل علم پوشیده نیست که قیام رمضان و قیام لیل فی الواقع یک نماز است که در رمضان برای تیسیر مسلمین در اول شب مقرر کرده شده و هنوز عزیمة در ادائش آخر شب است و در قیام لیل فخر علیه السلام چنانکه یازده رکعت و کم ازان ثابت شده اند سیزده رکعت سوائے سنة فجر هم در صحیحین موجود اند ده رکعت نفل از روایة ابن مسعود از قول ابن عباس فصلّی رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم اوتر نزد حنفیه ده رکعة نفل و سه وتر آنانکه وتر را یک رکعة قرار دهند دوازده رکعة نفل ثابت اند قضاء آنجناب دوازده رکعت را در روز گر به شب تهجد فوت میشد هم معین دوازده رکعة نفل است و این همه در صحاح موجود است باید پس می بایست که محدثین زمان را در دوازده رکعة تردد نمی شد و بسنیة آن یقین می بود نه قصر بر یازده مع الوتر و در زمان صحابه هم چنانکه یازده از سائب نقل می فرمایند از اعرج امام مالکؒ در موطا دوازده رکعة نفل روایة می فرمایند چنانکه در مشکوٰة موجود است ندانم که چرا بر سامی مخفی ماند غلط کردم جناب را فعل صحابه بمقابله سنت حضرت فخر عالم بزعم مخالفه حجت نیست و این نیز بر اہل علم واضح است که نفس قیام رمضان را آنجناب سنة فرموده اند و تحدید عدد رکعات آن نه فرموده که کمی و زیادة در ان روا نباشد چنانکه در فرائض در روایت سنن ست در ته اختلاف در ادای عدد آنها واقع نشده

لہذا ہر قدر کہ زیادۃ در عدد رکعاتش بود موجب اجر است نہ باعث گناہ وابتداع و ہیچ حدیث
در منع آن وارد نیست بلکہ حدیث علیک بکثرۃ السجود مطلقاً استحسان کثرت رکعات نوافل روز و
شب می فرماید البتہ جائیکہ شارع تحدید فرمودہ چنانکہ در فرائض وسنن روایت نقصان وزیادۃ دران
روا نیست ومعہذا اگر قبل آن یا بعد آن در محل نوافل کسی نوافل تنفلاً خوانند بدون اعتقاد سنیۃ
آنہا کسی است کہ او را منع فرماید و بدعۃ گوید پس ہمچنان در تہجد وقیام رمضان زیادہ رکعات را چہ
اندیشہ خواہد شد و آنچہ در عدد رکعات تہجد فخر عالم علیہ السلام تحقیق است ازان روا است کہ فعل آنجناب
محقق گردد کہ چیست نہ آنکہ زائد ازان بدعۃ است صرح بہ النووی فی شرح المسلم برین قیاس
است سائر سنن کہ اصل آن از شارع علیہ السلام سنت فرمودہ و تحدید دران نفرمودہ مثلاً تسابیح رکوع
وسجود کہ دران زیادۃ از قدریکہ آنجناب میگفتند بدعۃ ہست وقرءۃ قرآن کہ زیادہ از مقرر آنجناب است
در فرض ونفل بدعۃ نخواہد بود وعلی ہذا در ہمہ این قسم امور ازین است کہ علماء قاطبۃً اگرچہ سنۃ موکد ہمون
قدر را گفتہ اند کہ بران قدر چہ سنۃ نزدشان صادق آید مگر زائد را دران بدعۃ ندانستہ خصوصاً زیادتی کہ
از صحابہ ثابت شدہ چنانچہ روایات عدیدہ مختلفہ سامی دیدہ باشد تعامل عشرین پس در زمان حضرت
عمر رضی اللہ عنہ بارشاد وتقریر آنجناب معمول شد چنانکہ در موطا مالک رح مرویست وخدشہ انقطاع
بر محل خود نیست چراکہ یزید بن رومان تابعی ثقہ اند وارسال ثقہ مقبول میباشد مالک ومحدثین سلف را
ہمین مذہب است اگرچہ شافعی واحد دران کلام کردہ اند کتاب ابی داؤد بسوئی اہل مکہ ودیگر
کتب اصول حدیث مطالعہ نمایند معہذا احادیث صحیح بیہقی کہ صاحب فتح روایۃ آن فرماید مویداوست
ومزیل شبہ انقطاع وترمذی در جامع خود از حضرت عمرؓ وعلیؓ وغیرہما من الصحابۃ روایت آن میکند پس
اکنون در ثبوت عشرین از آنجناب رضی اللہ عنہ چہ تردد ماند واین زیادۃ را مخالف سنۃ پنداشتن
نہایت موجب تعجب است کہ ہیچ اہل علم چنان نہ فرماید چہ بالا نوشتہ ام کہ قیام لیل محدود نیستند
ورنہ ہرگاہ بحدیث صحیح ثابت شد کہ فخر عالم علیہ السلام گاہے ماہ کامل غیر رمضان صائم نبود ونہ ہیچ
ماہ را از صوم خالی گذاشتہ اگر کسی تمام ماہ روزہ دارد تنفلاً مخالف سنۃ گردد وگرفتار بدعۃ معاذ اللہ
باید کہ حضرت عمرؓ وعلیؓ ودیگر صحابہ وتابعین باعتراف ترمذی وغیرہ بسبب تقریر زیادۃ عدد رکعات
اہل بدعۃ شوند استغفر اللہ وبسیار امور نفل از صلوۃ وصوم وزکوۃ وحج وذکر وتسابیح بدعۃ شوند

تامل درکار است اہل علم را چنان فرمودن سخت نازیبا ست ما بین لفظ مخالف و موافق و محدود وغیرہ

محدود و بدعة و سنة امتیاز واجب است وچونکه درحدیث علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین
ارشاد جناب رسالة علیه الصلوة است که چنانکه سنة مرا التزام کردن بر شما است سنة خلفاء را
ہم التزام ضرور است و مراد از سنة خلفاء امریست که از آنجناب صدور آن نشده و از خلفاء وقوع
آن شده و آن ہرگز خلاف کلیات شرع نمی خواہد بود بلکه موافق سنة و مستنبط از ان لهذا این بست
رکعت ہم مندوب و سنة شدند و بدعة گفتن آن سخت نازیبا که ہیچ عالمی چنین نگفته آری آنچه
خلاف است که زیادة بر آنقدر که آنجناب علیه الصلوة خوانده اند آیا سنة موکده اند یا مستحب ازین
بعد آنچه درین حدیث افاده فرموده اند بلکه مراد از سنة خلفاء سنتی است که عین سنة نبویه باشد از
عجائب روزگار ہست چراکه اگر مراد از عینیة آنست که بعینه آن فعل را آنجناب علیه السلام عمل در آمد
فرموده مسنون کرده باشد پس می پرسم که درین صورت خاصه تقریر خلفاء چیست آیا بعد وفات
آنجناب کسی را از خلفاء مجال نشیب و فراز داشته یا النسخ و تبدیل آن میرسد تا سنتے که سنة خلفاء کرام
دیگر آن را ترک کنیم و اگر مراد از عین آنست که مستنبط از سنة بود یا نظیرش در سنة موجود باشد و
موافق کلیه شرعیه بود مثل جمع قرآن شریف و ترتیب سور آن مثلاً لا ریب این امر مسلم صحیح است
مگر این زیادة رکعات را ندانم که بچه وجه مخالف سنة قرار داده خواہد شد و آنچه از اصول قاعده افاده
معرفه تحریر است در تلویح این بحث را باید دید که این قاعده کلیه نیست و خلاف این بسیار موجودست
این قاعده آنجا بود که قرینه خلاف موجود نباشد اینجا عطف لفظ سنة الخلفاء بر لفظ سنتی مغایرة را می خواہد
و مقصود جناب رسالت علیه السلام ازین التزام سنة الخلفاء خود است مر امته را مثل سنة خویش
چنانچه در حدیث دیگر فرموده فاقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر بلکه در حدیثی باقتدائے جمله صحابه
فرموده اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اہتدیتم و ہمچنان آنچه لام استغراق فہمیده اند نه ایمعنی است
که آنچه سنة مجموعه خلفاء باشد بشرط اجتماعهم علیها آنرا قبول سازید و امریکه یک دو خلیفه مثلاً کرده
باشند ترک کنید درین صورت آنچه باقتدائے شیخین حکم ناتمام خواہد شد که دو خلیفه را در ان
ذکر فرمودند ہمه را و حدیث نجوم مخالف آن خواہد شد و ترتیب مصحف عثمانی بدعة خواہد شد چه خلیفه
اول جمع آن کرده بود نه ترتیب آن و مسئله عول و تحدید حد شراب و دیگر امور که در زمان حضرت

عمرؓ قرار یافته اند همه خلاف سنته خواهند شد معاذ الله بلکه مراد آن است که سنته همه خلفاء را التزام
سازند چنان نکنید که سنته بعض آنها گیرید و بعض آنها نگیرید قال الله تعالیٰ یا ایها النبی جاهد الکفار و
المنافقین که معنی بر آن آنست که با جمیع کفار و منافقین جهاد باید پس حسب فهم سامی باید که آنجناب
امر الٰهی نکرده باشند که با تمام کفار عالم جهاد آنجناب واقع نشده و چه ضرورت است که در حدیث
لام لام استغراق باشد میگوییم که لام آن لام عهد خارجی است که خلفاء خمسه معهوده را مراد داشته فرموده اند
که طریقه ایشان را قبول کنید و هیئته اجتماعیه از حدیث فهمیدن همانا که محاوره کلامیه ندانستن است
پس بهر حال آنچه در ترجمهٔ حدیث نوشته اند هر دو تقریر بر محل خود نشستند زیاده چه عرض کرده آید و در بعض
دیگر جا هم در صحیفهٔ سامی محل کلام است مگر بنده را با اصل مسئله کار است و از تقریر زائد غرض نیست اکنون
که بست رکعت تراویح از فعل خلفاء ثابت شده اند عمل بران موجب سعادت است و بدعت
فهمیدنش محض بیجا البته زائد از هشت رکعت را بعض مستحب دانسته اند و بعض موکده گفته اند این مسئله
خلافیهٔ قدما است که ما را درین گفتگو ضرور نیست والله تعالیٰ اعلم فقط **سوال اول** هرگاه
در تعریف سنته مواظبت نبوی صلی الله علیه وآله وسلم مع الترک احیاناً ماخوذ است و این هم ظاهر است
که بر تراویح مواظبت کذائی ثابت نیست پس بر سنیته آن از کدام دلیل اطمینان کرده شود و
آنقدر که بران مواظبت ثابت است همان هشت رکعات تهجد هستند لاغیر پس باید که همین قدر
سنته باشد و زیادت بران روا نباشد فقط **سوال دوم** اینکه این دوازده رکعات که بر هشت
رکعات سنت نبوی صلی الله علیه وآله وسلم افزوده شدند آیا در تاکد همان مرتبه هستند که آن هشت
رکعات را حاصل است یا ازان مرتبه فروتر فقط **جواب سوال اول** اینکه هرچه صحابه رضوان الله
علیهم اجمعین بران مواظبت فرموده باشند سنت موکده می باشد لقوله علیه السلام علیکم بسنتی وسنة
الخلفاء الراشدین المهدیین نعم تاکدیکه در مواظبت رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم هر چیزے
می باشد در مواظبت اصحاب کرام نیست چرا که مراتب سنت موکده در تاکد متفاوت می باشند قال
رد المحتار ناقلاً عن شرح المنیة قال مراتب الاستحباب متفاوتة کمراتب السنة انتهی و خود حدیث علیکم
بسنتی الخ ناظر درین است چرا که رعایات تقدم و تاخر در کلام بلغاء بلا وجه نباشد خصوصاً کلام
ما انتظام سرور انبیاء تاج الفصحاء والبلغاء پس تقدم سنتی و تاخر سنة الخلفاء مع اشارات دقیقه

دیگر کمال اکد اول را از ثانی می خواہد چنانچہ از آیت ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استخراج فرمودہ اند ارشاد کرد کہ بدایۃ می کنم بدانکہ بدایۃ کرد حق تعالیٰ یاد در ذکر کما ہو فی الحدیث پس اینجا تقدم زمانی است واینجا تقدم فی المرتبہ بہر حال از تقدم ذکر تقدم رتبہ مستفاد میشود واما مواظبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچیزی بطور فرض اگر از خصوصیات نیست برامت ہم فرضیۃ را می خواہد واگر از خصوصیات باشد لیکن امت از ان ممنوع نباشد پس این مواظبت سنیۃ را میخواہد بلکہ استحباب مقتضائے اوست چنانچہ تہجد کہ نزد بعض بران حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرض بود وامت را مستحب مگر چون دلیل دیگر برتاکید این فعل بر امت پیدا آید البتہ آنگاہ سنتہ خواہد شد مثل تراویح کہ ہر چند نزد ہمون قائل فرضیۃ تہجد بر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تراویح نفس تہجد است علی التحقیق مگر چونکہ برین تہجد متشخص باین ہیئۃ کذائیۃ مواظبت صحابہ پیدا آمد بدلیل قولی تاکد پیدا کرد وہو قولہ علیہ السلام علیکم بسنتی الخ واگر نیک دیدہ آید مواظبت فعلی حکمی ہم بر تراویح از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم توان دید چرا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چند روز خواندہ عذر ترک آن فرمود کہ مبادا بر امت واجب شود

ودر حرج افتند ہمانا کہ فعل او را گاہ گاہ وترک او را بعد مواظبت حکمی دارند قال رد المحتار والمراد ایضا المواظبۃ

ولو حکما لئلا تدخل التراویح فانہ صلی اللہ علیہ وسلم بین العذر فی التخلف عنہا قالہ الطحطاوی عن ابی مسعود انتہی وپس حد محررہ سائل بر جمعیت خود ماند وبر رای کسیکہ فرضیۃ تہجد را بر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منسوخ گوید چنانچہ قول حضرت عائشہؓ ہست رواہ مسلم فی سننہ پس مواظبت تہجد دلیل سنت موکدہ خواہد بود ودلائل قولیہ ناظر استحباب مگر تہجد رمضان کہ تراویح است بدلیل قولی سنت موکدہ خواہد ماند واللہ اعلم

جواب سوال دوم آنکہ بست رکعت تراویح در زمان خیریت نشان حضرت عمر رضی اللہ عنہ قرار یافتہ اول یازدہ رکعت مع وتر خواندہ شد پس در آخر امر بر بست وسہ مع وتر قرار یافت رواہ مالک فی المؤطا بسند صحیح وآنچہ سنت خلفاء باشد تاکد آن از جواب اول واضح شد باقی ماند اینکہ ہمہ موکدہ باشد یا بعض پس صاحب ہدایہ وغیرہ بر آنند کہ ہمہ موکدہ اند وقدوری گفتہ کہ بعض آنچہ از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثبوت یافتہ موکدہ باشند وآنچہ زیادہ بران در زمان عمر رضی اللہ عنہ قرار یافتہ مستحب بود ابن ہمام ہم ہمین میل دارد ہر چند ابن ہمام را علماء جواب دادہ اند مگر از تقریر بندہ جمع ہر دو قول توان کرد کہ مراد قدوری از استحباب مزید کمی تاکد بنسبت بہشت رکعت ومراد ہدایہ تسویہ در نفس تاکد است

نہ قدر آن چراکہ تاکد کلی مشکک است و حدیث علیکم بسنتی الخ دلیلے است بس کہ بعد آن حاجت نقل دیگر نیست و بعد ثبوت روایۃ موطا کہ اصح الکتب فی الحدیث در طبقہ اولی است وہم پلہ بخاری حاجۃ کتب نیست ہمین معمول خواہد بود و مذہب مالک رحمۃ اللہ علیہ ہم ہمین باشد مگر تاہم آنچہ کہ زیادہ رکعات از دیگر ائمہ آمدہ اند موجہ توان شد کہ مثلا بعد ہر ترویحہ اہل مدینہ چار رکعت میخواندند بست رکعت فرادی زائد شدند و جملہ چہل شدند و آنہا را ہم مجازا در تراویح شمردند و اہل مکہ بعد ہر ترویحہ اسبوع طواف کردند و دو رکعت طواف خواندند دہ رکعت فرادی مزید شد سی رکعت را مجازا تراویح شمردند و بعد بست رکعت قبل وتر بعض گاہ کہ اربع رکعات را ترک کردہ در دعوات مشغول ماندند شانزدہ رکعۃ مزید شد سی و شش گردیدند و یک اسبوع را قبل وتر اگر کم کردند دو رکعت کم شدہ بست ہشت شدند و بست رکعت خود امری است مثبت و محقق از فعل صحابہ و یازدہ از فعل سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ آکد از بست است الحاصل ثبوت بست رکعت باجماع صحابہ در آخر زمان عمر رضی اللہ عنہ ثابت شدہ پس سنّت باشد و کسی کہ از سنیۃ آن انکار دارد خطاست واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم فقط راجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی۔

مکتوب چہارم بنام مولوی صدیق صاحب در فضیلت علم

بندۂ ہیچمدان محمد قاسم بخدمت بابرکت و سراپا عنایت مولوی محمد صدیق صاحب زادکم اللہ علماً و کمالاً پس از سلام مسنون عرض پرداز است عنایت نامہ سرمایۂ منت و موجب یادآوری ہا شد شکر عنایت احباب نتوانم و طرز مکافات محبت ندانم این یک عار نارسا است کہ تہیدستان دین و دنیا سوای آن سرمایہ دگر نیست اگر بدرگاہ بی نیازی میرسید دریغم نہ بود مگر تاہم از خود دریغ نیست خداوند کریم بمقاصد دلی برساند مگر دنیا را اگر بینم پیش عاقلان متاع قلیل است روبسوی او چہ کنند باقی ماند این رکن اعظم آن علم حدیث و تفسیر بود آنرا در راہ گذاشتہ بوطن رفتند آن کدام ضرورت باشد کہ بخوبیش از خوبی این دولت بے بہا چنین زیادہ بنظر آمد کہ یکبارا فتان خیزان رفتند عنایت فرمائے غم و رنج دنیا ہمیشہ ہمین سامی آیند و میروند کار عقل آن است کہ مقصود را از دست ندہد جوہر ذاتی وراثت نبوی را گذاشتن و قلیل را از متاع قلیل گرفتن کار خردمندان نیست سرمایۂ استحقاق

خلافت حضرت آدم علیہ السلام ہمین وفور علم بود ورنہ در معصومیت ملائکہ وفساد بنی آدم کلام نبود مصلحت دیدمن آن است کہ اگر علم را شروع کردہ اند نا تمام نگذارند در ششماہ یا یک سال کتب باقیہ ہم انشاء اللہ تعالیٰ تمام خواہند شد اگر این اضطراب وتلون بود در اول امر کدام کس خبر کردہ بود کہ شروع کردند گستاخی معاف باد بہمہ یاد آوران خصوصاً برادران ومیرزایان ومولوی عبدالرشید صاحب ومولوی تمنا صاحب واگر جناب حافظ صاحب ہم تشریف فرمای مراد آباد باشند یا اتفاق حاضری خدمت جناب مفتی صاحب شود از من سلام عرض دارند ❊

مکتوب پنجم در جواب سوال حافظ بشیر الدین صاحب مرادآبادی

سوال زید نے بحالت لاعلمی ملک عمرو کی رہن رکھی اور قبضہ دسپر کرلیا منافع اُس کا اپنے صرف مین لاتا ہے ہنوز میعاد رہن کی منقضی نہین ہوئی تھی کہ بعض اشخاص نے کہا سنا فع رہن کا حکم سود مین ہے۔ زید اس امر کی تحقیق چاہتا ہے کہ فی الحقیقت یہ منافع رہن حکم مین سود کے ہے یا نہین درصورت سود ہونے کے زید جو منافع بہ نیت زرِ اصل اپنی کے خرچ مین لایا ہے اُس کو بروقت فک رہن کے عمرو کو وضع کردینا ضرور ہے یا نہین مثلاً پانسو روپیہ عوض رہن کے زید سو روپیہ اپنے صرف مین لایا تو چار سو روپیہ بروقت فک رہن کے عمرو سے لے لیوے اور سو روپیہ منافع کے اُس کو وضع کردیوے اگر زید زر منافع بروقت فک رہن عمرو کو ادا کرے اور عمرو قبل اپنے منافع کے معاف کردیوے یا بعد لینے کے زید کو دیدیوے جائز ہے یا نہین شرعاً ایسا ہو کہ زید کل روپیہ اپنا عمرو سے لیلیوے اور تمام زر منافع رہن زید کو جائز ہوجاوے غرضکہ زید کو کس طرح برات گناہ سے ہوسکتی ہے لہذا مکلف خدمت عالی ہون کہ اس مسئلہ مین جو بحکم شرع شریف کا ہو ارشاد فرمائے اگر مرتہن زر منافع بوقت رہن رکھدینے کے بعوض محنت اور خبرگیری ملک مرہونہ کے راہن کو بخشدے جیسا کہ عبارت معمولی رہن نامہ مین ہوتی ہے **جواب** سراپا عنایت حافظ بشیر الدین صاحب۔ السلام علیکم رہن کی آمدنی جو زمانہ حال مین کہائی جاتی ہے از قسم سود ہے ہرگز حلال نہین اور اس قسم کے الفاظ لکھدینے سے کہ مینے حلال اور بخوشی دیا یہ آمدنی حلال نہین ہوجاتی بخوشی دینے کے لئے ایک مرتہن ہی ملے تھا اور کوئی جہان

ہین مستحق ہی نہ تھا بلکہ سب جانتے ہین کہ یہ دینے دلانیکے تحریرین فقط بغرض قرض اور بطمع کاربراری ہوتی ہین خداتعالی ان حیلون کو خوب سمجھتا ہے وہ دل اور نہ دل کی باتون کو جانتا ہے غرض ان حیلون سے تو توقع حلۃ دوراز فہم وعقل ہے ہان اگر آمدنی اشیاء مرہونہ کو پورا پورا مجرادے اور قرض مین محسوب کرے تو البتہ وہ کہا یا ہوا حلال ہوجاتا ہے مگر اس صورت مین بقدر قرض پہونچ جانے کے بعد راہن بری الذمہ ہوجائیگا اور مرتہن کو شئی مرہون سے کچھ علاقہ نرہے گا فقط جن جن صاحبون کا سلام لکھا تھا میری طرف سے اُن کو بھی اور سوا ان کے اور ملنے والونکو بھی بشرط یاد میرا سلام کہدینا فقط العبد محمد قاسم

مکتوب ششم بنام مرزا عبدالقادر بیگ صاحب مرادآبادی

جناب مرزا صاحب السلام علیکم کل چوتھی رمضان شریف کو مولوی فخرالحسن صاحب نے آپ کا عنایت نامہ عنایت کیا اور آپ کے نکاح ثانی کا قصہ زبانی بھی بیان فرمایا جزاک اللہ آپ کو نکاح جو بیوہ چچی قرابتی اپنی کے ساتھ بنظر احیاء سنتہ واقع ہوا اور مرزا حمایت علی بیگ صاحب کو سفرحج مبارک ہو مرزا صاحب اپنا منصب تو یہ نتہا کہ جناب پیرومرشد مدظلہ کی خدمت مین سفارش نامہ لکھون سفارش کے لئے کچھہ تو مناسبت ہونی چاہیے اپنا حال اگر اور کوئی نہین جانتا تو مین خود تو جانتا ہون پر جہان اور امور خلاف منصب اپنے سر پہ لئے بیٹھا ہون آپ کی خاطر سے ایک یہ بھی عریضہ حضرت کے نام کا پہونچتا ہے مرزا صاحب اتنا کرین کہ جہان اورونکو یاد رکھین اس سراپا گناہ کو بھی دعا سے فراموش نہ فرمائین اور حضرت مدظلہ کی خدمت مین دو کلمۃ الخیر کہکر برابر سرابر ہوجائین مرزا محمد بنی بیگ صاحب اور اون کے والد صاحب کی خدمتین سلام عرض کردینا اور جناب حافظ عبدالعزیز صاحب سلمہ اللہ سے اگر نسیانہ حاصل ہو تو میرا سلام یاد رکھنا سوا اُن کے مولوی سید عبدالرشید صاحب اور مولوی تمنا صاحب اور مولوی محی الدین خان صاحب اور مرزا حفیظ اللہ بیگ صاحب وغیرہم سے بھی یاد رہے تو سلام عرض کردینا اور مرزا حمایت علی بیگ صاحب سے بعد سلام مسنون مضمون مرقوم بالا گذارش کردینا فقط

راقم محمد قاسم

مکتوب ہفتم بنام مرزا محمد عالم بیگ صاحب دربابِ عمل کشایش رزق واداے دین

سراپا عنایت سلامت السلام علیکم۔ آج گیارہوین رمضان کو آپکا عنایت نامہ پہونچا عبادة
مین دل نہ لگنا کسی خطا کی سزا ہے استغفار اور لاحول کی کثرت چاہیے قرض کے ادا کے لئے
کسی عامل سے پوچھئے مجکو عملیات مین دخل نہین اگر ہوسکے تو جناب مولوی اکبر علی خانصاحب
کی خدمت مین حاضر ہوکر حال عرض کر واداے قرض کے لئے جو کچھ فرمائین اُس کی تعمیل کرو
اور کشایش رزق کے لئے جو کچھ ارشاد فرمائین اُس کو یاد رکھو ہان اس سے پہلے پہلے حَسْبِیَ اللّٰہُ
وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ اور لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ وَلَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَأَ مِنَ اللّٰہِ اِلَّا اِلَیْہِ
پانچ پانچ سوبار پڑھ لیا کرو اور اول و آخر گیارہ گیارہ بار درود شریف بھی پڑھ لیا کرو اور پڑہتے وقت
یہ دھیان رکھا کرو کہ مین اپنے اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہون اور دل و زبان دونون سے
عرض مطلب کر رہا ہون مرزا قادر بیگ صاحب مرزا احمد بنی بیگ صاحب کو یاد رہے تو سلام
کہدینا اور سواے اُن کے اور کوئی احباب مین سے ملجائے اور یاد آجاے تو اُن کو بھی فقط

مکتوب ہشتم دربابِ علاج ہوس دنیا

سراپا عنایت مرزا محمد عالم بیگ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ السلام علیکم آج پندرہوین تاریخ جمعہ کے
دن تمہارا خط پہونچا کیفیت حال معلوم ہوئی مین پچھلے دنون اثناء سفر مین بیمار ہوگیا تھا
اُس مرض سے شفا تو اثناء راہ ہی مین ہوگئی تھی مگر جب سے کسی کسی قسم کی خلش چلی جاتی ہے اسی مین
کھانسی کی شدت ہوگئی دو تین مہینے اُس کی تکلیف رہی اب بفضلہ تعالیٰ اس کو بھی آرام ہے
یون ہی براے نام باقی ہے انشاء اللہ تعالیٰ وہ بھی رفع ہوجائیگی غرض اب مین اچھا ہون باقی
کمی ہوس دنیا کے لئے یادگاری موت سے بہتر کچھ نہین ہوسکی تو ہر روز گھڑی آدھ گھڑی
موت کے تصور مین گذارا کرو اور اُسوقت اس قسم کا خیال رکھا کرو۔ کہ حضرت آدم علیہ السلام
سے لیکر جسقدر انبیا ہوئے وہ سب مرگئے جسقدر بادشاہ اس زمانہ سے پہلے ہوئے وہ سب

مر گئے بزور دین کوئی چھوڑتا تو انبیا چھوٹتے اور بزور دنیا کوئی بچتا تو بادشاہ بچتے مین نہ الی الذی نہ اولاالذی نہ زور دین نہ زور دنیا مین بچون تو کیونکر بچون پھر اس کے ساتھ قیامت کے حساب و کتاب اور عذاب و ثواب کو سوچا کرو فقط

مکتوب نہم بنام مولوی میر محمد صادق صاحب مدراسی درباب تحقیق حکم جمعہ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین سیدنا خاتم النبیین محمد وآلہ واصحابہ وازواجہ اجمعین بعد حمد و صلوٰۃ بندۂ کمترین ہیچمدان بے سروسامان **محمد قاسم** بخدمت سراپا عنایت مکرمی مولوی میر محمد صادق صاحب دام عنایتہ پس از سلام مسنون عرض پرداز است عنایت نامہ ملفوف باستفتای رسید کہ حضرت مجمع البحرین شریعت و طریقت مخدوم و متاع خاص و عام جناب مخدومنا و مولانا سید عبد السلام صاحب دام برکاتہ صدور یافتہ بود ممنون و مشکور شدم مقتضائے عنایت سامی آن بود کہ توقف نمی کردم و وقتیکہ عنایت نامہ ذریعہ ممنونیہائے احقر شدہ بود ہماندم دستم بہ قلم و کاغذ میرسید مگر بالائے کاہلی طبع از اد از عوایق گوناگون ہیچمدانی و بے سروسامانی سامان این تقصیر و سرمایہ این تاخیر شد ہیچمدانی وہمہ می دانند نہ سفینہ بہ گنجینہ آوردہ ام ونہ مکتوبات سفینہ را بسینہ سپردہ باین ہیچمدانی واین بے سروسامانی نہ جرأت ہمچو کارہا بدل آید و نہ دل بدست کار فرماید ذخیرہ ام ہمین خیالات پراگندہ من اند کہ یکی را اگر بدل می نشینند دیگران آنرا از جملہ مضامین شعریہ می بینند مگر بندہ گندہ را بحضرت ممدوح نہ تنہا نیاز سابق است اعتقاد لاحق ہم بدل فراہم آوردہ ام اگر بامتثال ایماء خدام ہمچو مخدومان سر فرو نیارم باز آن کدام است کہ انتظار ارشاد او خواہم کشید باین وجہ امروز ہمین مصمم شد کہ من کار خود بکنم اگر پسند خاطر خدام والامقام افتاد فہو المراد ورنہ کالائے زبون بریش خاوند نامہ سیاہ خود را باز خواہم گرفت اکنون یکدو سخنے پیشتر از غرض مقصود عرض میکنم اول اینکہ در عرف عام ہر قوم و ہر زبان لبباست کہ خطاب بالقاب عامہ کنند و مخاطب خاص باشد اکثر از ابالقاب ہمچو مولوی صاحب و شاہ صاحب و شیخ صاحب و میرزا صاحب ندا کنند و منادی از یک شخص بیش نباشد ہمچنین در اصطلاحات شرع شریف

قرآن و حدیث نیز در مواقع کثیرہ این طرز اختیار افتادہ میفرمایند کہ واقیموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ

ارشاد بخطاب عام است ومخاطب این حکم جز اغنیا زمی تواند شد رسول الله صلی الله علیه
وآله وسلم را بخطاب همچو یا یها النبی یا یها الرسول یاد میفرمایند وظاهر است که این لقب چه قدر
از حضرت مخاطب صلی الله علیه وآله وسلم عام است بالجمله این انداز دور از انداز ادا رمطلب
وطرز کلام نیست بلکه در هر زبان معمول بهر خاص وعام است دویم اینکه اگر فرض کنیم دو کس یا
زیاده از قومی سادات یا شیوخ مثلاً نشسته باشند ویکی از آنها کور یا کر باشد وکسی دیگر از حاضران
وقت با وجود اطلاع کیفیت چشم وگوش او شان بخطاب عام مثل میر صاحب وشیخ صاحب
آواز داده اگر گوید به بین یا بشنو این حکم دیدن وشنیدن لتعین وتشخیص مخاطب مے فرماید
هر که از حاضران عقل داشته باشد بے تامل به فهمد که مراد این کس است نه آن همچنین مخاطب
به یقین داند که مسقط اشاره متکلم منم نه دیگران سوم اینکه اگر جناب باری ورسول پاک او صلی الله
علیه وآله وسلم حکمے را بشروط مربوط فرمودند ارتباط آن حکم بآن شرط از قسم ارتباط توقف باشد
که فیما بین موقوف وموقوف علیه باشد وبدین سبب احدی را نمی رسد که اگر حکمتے که غرض از
ارتباط بود مقصود شود یا بدون آن شرط هم آن حکمت حاصل توان شد آن شرط را لغو گردانند وآن حکم را
بشرط مربوط نه اند دبران شرط موقوف نه پندارد مثلاً منجمله شرائط جمعه جماعت هم است وحکمت
از اشتراط جماعت بجز این چه توان گفت که از استماع واستماع مواعظ اعنی خطبه مقصود است اگر
جماعت شرط نکنند باشد که مردم فراهم نیایند پس تنها واعظ یعنی خطیب اگر وعظ گوید مستمع که باشد
مگر پیدا است که استماع بمجرد فراهمی مردم میتوان شد توقف صحت نماز جمعه بر جماعت از چه روست
اگر فراهم آیند وتنها تنها نماز خود بگذارند وبر دند یا بجاے دیگر رفته نماز جماعت ادا کنند مقصود اصلی
بهم رسد مگر کسی را ندانم که بجواز این صورت فتویٰ نویسد پس ازین مقدمات معروضه معروض
خدمت خدام باد که آیة یا ایها الذین آمنوا اذا نودی للصلوٰة من یوم الجمعة فاسعوا الی ذکر الله وذروا البیع
هر چند بوجه عوام خطاب مشیر بآن است که همه کس را این حکم عام است مسافر باشد یا مقیم صحیح باشد
یا مریض غلام باشد یا آزاد طفل باشد یا جوان زن باشد یا مرد مگر چون نظر را بآیة ادا مر سیاق فاسعوا
الی ذکر الله وذروا البیع رسانند خود واضح شود که بجز مردان آزاد وتوانایان مقیم وجوانان خود مختار هیچکس
از اهل اسلام مخاطب این احکام نیست تفصیل این اجمال اینست که سعی اگر مطلوب توان شد

از مردمان و توانایان توان شد از بیماران و زنان حال بیماران خود معلوم است ناتوانان کار توانائی چه دانند باقی ماند زنان در حق او شان همچو لا یضربن بارجلهن ارشاد رفته اینطرف زنان را بچه تاکیدات بلیغه بجهارنه نشینی مثل قرن فی بیوتکن وغیره ارشاد فرمودند ظاهر است که در سعی بالضرور احتمال انکشاف محل زینت است و در وادی کوچه و برزن بیشک مقتضی آنست که وقتی نقاب از رخ و جامه از ستر بیساخته برافتد همچنین خطاب و ذروا البیع مقتضی آنست که مخاطبان را اختیار بیع و شرا حاصل است ورنه و ذروا البیع فرمودن چه معنی دارد ظاهر است که نه غلام مر این کار است و نه طفل نابالغ را این اختیار شاید همین است که ارشاد فرموده اند الجمعة حق واجب

علی کل مسلم جماعة الا اربعة عبد مملوک او امرأة او صبی او مریض رواه ابوداود فی باب الجمعة للمملوک والمرأة باز چون کیفیت اذان جمعه را که در زمان نبوی بود صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر یاد کنم این عقده هم منحل نشود که مسافر از این تخفیف تصدیع است شرح این معما این است که در زمانه برکت توام حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذان جمعه همان وقت گفته می شد که امام بر منبر آمده نشیند نظر برین ترک بیع و شرا دو او دی بغرض استماع وعظ امام یعنی خطبه باشد چنانکه لفظ الی ذکر اللہ خود دلیل دعوی است آخر مراد ذکر اینجا همان وعظ خطبه اند که کار امام و خطیب باشد و چون فضائل استماع خطبه کراهت شور و شغب را که مانع از استماع باشد یاد کنم این امر دیگر موجه می شود که مطلوب اصلی از روز جمعه اجتماع بهر استماع وعظ و خطبه باشد و همین است که فامشوا نفرمودند بلکه فاسعوا فرمودند تا اشاره شناسان خداوندی را بدل نشیند که غرض اصلی استماع است که اگر کامهای نازنین را آهسته خواهند زد باشد که از برکات خطبه محروم مانند و شاید همین است که حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اذانی دیگر قبل از اذان خطبه افزودند تا نباشد که در رسیدن سامعان دیر شود و خطبه بیکار رود و غرض بوجه غرض مذکور با وجود مقرر بودن یک اذان که بهر هر نماز مقرر است اذانی دیگر پیشتر از اذان خطبه افزوده شد تا مطلب اصلی بوجه احسن بدست آید لیکن از انجا که در حدیث ارشاد است

عن عوف بن مالک قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یقص الا امیر او مامور او مختال رواه ابوداود من باب فی القصص من کتاب العلم و مراد از قصص در حدیث همین وعظ است چنانکه دانندگان دانند جائیکه وعظ فرض ضروری خواهد بود این هم ضرور خواهد بود که آن واعظ خود امیر باشد یا مامور یعنی نائب او باشد ورنه در زمرهٔ مختال داخل خواهد شد که اشاره بمنع وعظ گوئی میکنند و نیز ظاهر است وعظ جمعه یعنی خطبه که موسوم بذکر اللہ شد اگر جمعه فرض است فرضیت این وعظ به اول درجه بیک حساب باید داشت

و در صحرا و دریا و مسافران را میسر آمدن اتفاقی هم و عظ معلوم پس چگونه نتوان گفت که مسافران محکوم این حکم اند
مگر آن که سفر را یک لخت حرام گردانند و سوا این اسفار که در آن مظنه بهم رسی اینچنین واعظ باشد قطعاً
حرام گردانند لیکن اینچنین فتوی نه کس داده نتوان داد نظر برین هم همین توان گفت که مسافر را ازین حکم
یکسو نهاده اند و آنکه با شاره حدیث اول وجوب جمعه بظاهر بنظر ظاهر می آید آن را چنان فهمند لظاهر
در عموم یا ایها الذین آمنوا اذا نودی للصلوٰة هم مسافر داخل مینمود چنانچه ارشاد معروضه مخصص مسافر وغیره
از آیة است همچنین اشارهٔ لفظ جماعت که حدیث مذکور وارد است مخصص از حدیث است بیچاره مسافر را
جماعت از کجا بدست آید یا سفر را تنها در حق او حرام گردانند یا جمعه را برا و واجب ندانند مگر سفر را تنها باشد
یا نباشد در حق کسی حرام نتوان گفت چار نا چار اقرار بعدم وجوب لاجب خواهد شد و آنکه مثل الواحد شیطان هم در حدیث آمده
در اول اسلام بود و اگر هنوز این نهی بر حال خود باقیست الاثنان فما فوقهما جماعة مشیر با نست که اگر دو کس هم شوند
سفر جائز است ممنوع نیست مگر درین صورت شرط جماعت بطور حنفیه بدست آید نه بطور شافعیان بدست افتد
بلکه از لفظ الذین آمنوا با لفظ فاسعوا و ذروا با انضمام آنکه کمترین مصادیق جموع حسب وضع لغت سه فرد اند برین
امر دلالت دارد که کم از کم سوا امام سه کس می باید چه مخاطب یا ایها الذین همان سامعان اند که وعده وعظ امام
خواهند شنید نه آنکه امام هم داخل جماعت شان است زیرا که ندا و صلوٰة حسب قرارداد سابق وقتی می بود که
امام جلوه بر منبر میکرد نظر برین این حکم مخصص سامعان خطبه باشد امام را با این حکم سروکاری نیست الغرض
ضرورت امیر یا مامور هم ضرورت جماعت مسافر را هم از آیة و حدیث یک طرف افگند وجه اشتراط امیر یا نائب
امیر هم بوجه ضرورت خطبه که از لفظ فاسعوا الی ذکر الله هویدا است با انضمام حدیث لا یقص هویدا شد باقی ماند
فقط شرط مصر اگر غور کنند همین ضرورت امیر و مامور دست در کمر آن دارد چه مصری نباشند که حاکمی دران نبود
خود بادشاه وقت اگر نباشد نائب او بالضرور خواهد بود و فرق فیما بین امصار و قری و شهرها و دیهات نیز آن
چنان ست که محتاج بیان باشد و در هر ولایت شهرها و دیهات می باشند و هر کس بمجرد استماع این الفاظ
معانی این الفاظ می شناسند و بمجرد مشاهده شهر را از دیه تمیز میکنند قابل بیان اگر بود همین بود که شهری
خالی از حکام نمیماند خود سلطان باشد یا نائب سلطان باشد و در دیهات و میدانها و صحرا خواه مخواه
رونق افزوزی سلاطین ضروری است و نه نصایح گستری نواب شان واجب نظر برین صحرا و دیه را به
یکسو گذاشتن و کارگذاری سرکاری بذمهٔ اهل شهر نهادند و ازین تقریر اینهم هویدا شد که جواز جمعه نسبه کس

مخل اشتراط مصر نیست ضرورت مصر بوجه دیگر است بغرض فراهمی مجمع کثیر نیست آری بالای ضرورت مشار
الیها این شرط این فائده هم در آغوش دارد که وعظ در شهر خالی از مجمع کثیره کمتر باشد و با اینهمه مردم شهر اکثر
ارباب فهم باشند و قابلیت تعلیم چندانکه اوشان دارند اهل دیه ندارند و در مجامع کثیر اگر همه تسلیم نمی کنند
باری ازین هم چه کم که بدو کس را وعظ واعظ در گیرد و باز وعظ و پند و نصیحت اش دیگران را براه حق کشد اکنون
معروضی دیگر بخدمت خدام عرض میکنم فهم این اشارات از کلام ربانی چون همه مردم را میسر نیست و احادیث
مصرحه این معنی بحد تواتر نرسیده افهام علما مختلف شدند و عوام را گنجایش امید مغفرت بر نهادن در صورت
وجوب نزدیکی و عدم وجوب نزدیکی بهم رسید و رفته رفته کاهلی نوبت تا آن رسید که متعصبان حنفیه عمداً ترک
و تهاون جمعه آغاز کردن و این ندانستند که اندرین صورت بفحوای المتقی من تیقی الشبهات درهیچون نه تنها
جمعه ضروری است بلکه فرض ظهر هم واجب گردید یعنی این مسلم که در هیچو صور قطعیه فرضیت باین معنی که اگر شرطی
از شرط مذکوره فوت شده تاهم ادای جمعه هیچو نمازهای پنجگانه فرض است و منکر آن کافر قابل اعتماد نیست مگر
ارشاد دع ما یریبک الی ما لا یریبک قانونی اگر بهر مواقع شک تجویز فرموده و آن اینکه اگر در فرضیت
احد الامرین بلا تعیین یقین کامل حاصل باشد و به نسبت یگان یگان یقین کامل نبود بلکه ظن یا شک باشد
هر دو را ادا باید کرد تا بادای یک امر فارغ نتوان نشست و این بدان ماند که مردی متدین یک روپیه یا کم و
بیش مثلاً قرض دیگری بذمه خود دانسته باشد و پس از زمانهٔ دراز در شک افتد که ادا کرده ام یا نی یا از اول
امر بودن قرض و نبودن آن مشکوک بود و صاحب دین حاکمی است و امتحانش میکند که میدهد یا نمیدهد
اندرین صورت اقتضای دینداری همین است که ادا کند و اگر در مقدار قرض شک است یک روپیه است
یا دو روپیه می باید که هر دو روپیه ادا کند اگر صاحب حق تابع حق است در صورت ابقای خویش بقدر
حق خویش خواهد گرفت باقی را باز حواله خواهد فرمود چون درینجا هم همین صورت بوقوع آید می باید که
اهل اسلام هر دو را ادا کنند حق تعالی حق خود را قبول خواهد فرمود و باقی را عوض واپس خواهد داد
یعنی هر چه که فرض نبود آنرا بحساب نوافل خواهد گرفت و از آنجا که اعطای ثواب حسب قرارداد کرم
بر نوافل واجب است به ثواب مکافات جان کاهی بندگان خواهد فرمود اما فرائض حقوق سرکاری
اند عوض آنها بمقتضای طلب ضروری نیست بلکه آنرا همچو باقی سرکاری باید پنداشت چنانچه باقی سرکاری
همچو قرض رعایا واجب العوض نبود همچنین فرائض واجب الثواب نباشند و نوافل را همچو اسباب بازاری

وفرض رعایا باید دانست که یک ذره هم اگر می گیرند قیمتش و عوضش ادا میکنند مگر چون نفس جمعه قطع نظر از شرائط است وهم شعائر اسلام اگر از ادای نماز تهاون در ادایش رود دهد و مردمان کم فهم را بوجه کوته فهمی و معونت کاهلی مقصود شدن شرائط موجب ترک جمعه شود و نه باعث افزایش نماز ظهر اند بصورت بگمان این ایچمدان مفتی وقت را اختیار تاکید جمعه و ممانعت ادای ظهر است او را میرسد که از ظهر باز دارد تا بجمعه مستقیم شوند و جمعه را قائم کنند چه اول حدیث اختلاف امتی او اصحابی رحمة او کما قال مشعر این اختیار میشاید دوم تقرر خلیفه خود با طاعت و بیعت مردم وابسته است فی الفرال آن بعزل اوشان گره خورده چون اینقدر اختیار گران بها باوشان ارزانی فرموده اند نصب امام و واعظ که خصمانیست از آنچرا که بدست شان نباشد و وعظ و امامت از کارهای امام عام است امامت صغری و وعظ و پند با امامت کبری و اولی الامر نسبتی دارد که نور ضعیف را با نور قوی نیست اگر امامی موجود است دست بدست دگری دادن نشاید که اجتماع دو حاکم صد فتنه در بر دارد و همین است که قتل ثانی در فاربه بیعت اول ارشاد رفته مگر جائیکه یک باشد دوی کرا امام خود گردانیدن چندان دور از قیاس نیست چه اینوقت امامت امام توان کرد تا با امامت صغری چه رسد غرض نظر بر اختیار مشار الیه مسلمان از نصب امام خاص بدرجهٔ اولی باید داد و اینکار از دو باید گرفت و این امامت بیا مخالفت اشتراط امام عام نباید فهمید چه این شروط وقتی است که از امام عام ناهی و نشانی باشد تا که بالمعنی جمع بین التخلیفتین لازم نیاید چه در صورت وجودش اینکار حسب اشارات حدیث چنانکه بگذشت و موافق اشارات الفاظ قرآنی اعنی اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم کار امام عام بود اگر وعظ دیگر بشنوند و بر امر و نهی دیگران کنند گویا همانرا اولی الامر قرار دادند و بالمعنی در جنب خلیفهٔ اول خلیفه دیگر بنشانند اکنون که سر رشته خالیست اگر واعظ دیگران بشنوند محذوری نیست و چون موافق این تقریر این شرط از میان برخاست شرط مصر هم بیک طرف رفت چه اشتراطش ملزوم اشتراط شرط امیر بود آری ظاهر الفاظ روایات مشعره ضرورت مصر عام اند لهذا احتیاط همین است که تا مقدور رعایت شهر پیش نظر ماند و اگر کسی در دیهی جمعه قائم کند دست گریبانش نه زنند که اول این شرط ظنی بود باز حسب تقریر مذکور ضعفی دگر دران بهم رسید مگر خلجانی هنوز باقی است عرض آن نیز ضروری ست چنانکه ادای ظهر کم فهمان را موجب تهاون در جمعه می شود همچنان این اجازت نصب امام خاص و اختیار استماع مواعظ و خطب آن موجب تهاون در نصب امام عام است اگر جمعه متروک میشد شاید همت اهل همتی بشوق جمعه و مشاهده هدایت اهل عصر و انبار روزگار کاری میکرد نظر برین جمع بین الظهر والجمعة احوط مینماید ورنه وجوب نصب امام انسیا منسیا شد نیست و پیدا است که این وجوب رفتنی نیست و اختیار نصب امام خاص بیتنک این وجوب را

بضعف ہیر رساند آنکیست آنچه که ذهن نارسائی من بدان بیرسید مگر نه قانعیم نه فقیهیم نه مفتی نه که اجتهاد کنم و خلاف قول
من باشند اگر دیگران هم همصفیر من شوند فبها ورنه کالای زبون بریش خاوندان دفتر بے معنی را بر سر من زنند و هرچه
مناسب وقت دانند و موافق اشارات علماء ربانی که از اتباع قرآن و حدیث در نگذرند اختیار فرمایند و این
نیازمند را هم اطلاع فرمایند تا به پیروی هم غفیر من هم سر دهم و دو سه تفرق کلمه نشوم بخدمت حضرت مخدوم و منابع
من برکت مآب مولوی سید عبد السلام صاحب از من دور افتاده عمر عزیز را بهوا و هوس باد داده سلام و شوق
که بصد نیاز مشغول باشد عرض دارند من بغرض دعا این کار کرده ام ورنه از فتوی و استفتا احتراز من
مشهور است تشفیه همه تقریر پریشانم را هر که ملاحظه خواهد فرمود باید دانست که شروط حنفیه اگر معارض عموم ظاهری
خطاب یا ایها الذین آمنوا اذا نودی للصلوة است اما این عموم خطاب بحکم مقدمات مذکوره مستدعی آن
نیست که حکم جمعه عام باشد آری اوامر حکم سیاق تخصیص حکم میکنند و هویدا بود که همه شروط مذکوره از همین آیت
می زایند و احادیث مستنده فقط مصرح و موضح آن هستند مستند بشروط اند تا احتمال ابطال نص عام بروایات
احاد که بعضی آنها موافق بقیاسات بعضی کابر مطعون اند بدل نشیند مگر وقتیکه شرائط مذکوره موجه شدند بانه
فقط باین نظر که در بعضی مواقع بدون این شروط هم میتوان برآید جرأت اهمال آن نباید فرمود آری بطور
احتیاط بوجه ضرورت دیگر اگر مرتکب این اهمال شوند چنانچه عرض کرده ام چندان دور از قواعد شرع نیست
که احتیاط از اهم مقاصد شرع شریف است و بسیاری از احکام مبنی بر احتیاط اند وجوب وضو بس از
نوم مبنی بر همین احتیاط است چنانچه الفاظ مشعره وجوب آن خود را انظر گواه است و سنت غسل بعد
هیچو تانک لا اندری این باشت بدکه ثابت است بنا الیش بر همین احتیاط است و بس ۵

مناجات بدرگاه قاضی الحاجات مصنفه منشی حمید الدین صاحب رئیس سنبهل

خدایا ببخشا بر حال من	که افتاده عصیان بدنبال من	بجا باشد از گیری از من نگاه	که خود را بهین بینم عصیان پناه
زنا کردنیها همه کرده ام	ز آسایش خویش آزرده ام	اگر بخشیم باشدم آبرو	وگرنه سیه کارم و زرد رو
گناهان بیحد مکن در شمار	که او پر گناه و تو آمرزگار	تو آنی که از من نپرسی حساب	تو آنی که بر من نگیری عتاب
نه طاعت که باشد نیازم بآن	مگر رحمت تو که نازم بآن	گنهگار و امیدوارم به بخشش	به قاسم که بر حال زارم ببخش

تمت

الحمد لله والمنة که کتاب رسالہ لطائف قاسمیہ بار دوم ماہ نومبر سنہ ... ء در مطبع مجتبائی واقع دہلی طبع گردید